حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

خداوند تعالےٰ

کے وجود پر

سائنسی دلائل

اسلام کے بنیادی اصول اور سائنس

سائنس اور اسلام پر حضرت مولانا کے اس محققانہ مقالہ کی دو قسطیں ستمبر اور اکتوبر کے پرچہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب حضرت مولانا نے اس کا باقی حصہ بھیجا ہے جو پیش خدمت ہے۔

اسلام کے بنیادی اصول تین ہیں۔ ۱۔ ثبوت باری اور توحید۔ ۲۔ نبوت۔ ۳۔ معاد اور مجازات اعمال۔ ان تینوں امور پر ہم بحث کریں گے کہ کیا ان میں سے کوئی بنیادی عقیدہ ایسا ہے جو سائنس اور قوانین قدرت کے خلاف ہے۔

۱۔ خدا کا ثبوت تاریخی اور فطری حیثیت سے ۱۔ خدا کا اعتراف انسان کی اصلی فطرت میں داخل ہے۔ علم الانسان کے ماہرین نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب فطری حالت میں تھا، یعنی علوم و فنون کا بالکل وجود نہ تھا۔ اس وقت انسان نے حقیقی خدا کی پرستش کی یا مصنوعی خدا کی۔ مادیین (مٹیریلسٹ) کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا کہ انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی۔ مشہور محقق مکس مولر اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اس وقت سر جھکایا جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ جسمانی خدا (بت) اس حالت کے بعد اس طرح پیدا ہوئے کہ فطرت اصلی مثالی صورت کے پردہ میں چھپ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے۔ دنیا کے ہر حصے میں خدا کا اعتقاد موجود تھا۔ آشوری، مصری، کلدانی، اہل فنیشیہ سب خدا کے قائل تھے۔ پلوٹارک کہتا ہے اگر تم دنیا پر نظر ڈالو گے تو بہت سے ایسے مقامات ملیں گے جہاں نہ قلعے ہیں نہ سیاست نہ علم نہ صنعت و حرفت نہ دولت لیکن ایسا

کوئی قوم ایسی نہیں مل سکتا جہاں خدا نہ ہو۔ والٹیر فرانس کا مشہور فاضل جو وحی اور الہام کا منکر تھا، کہتا ہے۔ کہ سولن سقراط سب کے سب ایک سردار ایک منصف اور ایک بت کی پرستش کرتے تھے۔ (مالینوسکر کی کتاب الفلسفہ ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت ص ۱۷۵) ۲۔ فطری امور کی جانچ کے لئے بڑا اصول یہ ہے کہ تمام اقوام عالم میں ایک امر جب مختلف اور گوناگوں امتیازات کے رنگ میں موجود ہو۔ تو ان خصوصیات کے حذف کر دینے کے بعد جو قدر مشترک رہ جائے وہی تمام اقوام کی فطرت ہے۔ مثلاً تمام اقوام میں کھانے پینے پوشاک مکان رہائش اور بیاہ شادی کے ڈھنگ اور طور طریقے مختلف ہیں۔ اور ان کے طرز و شکل الگ الگ ہیں جب ہم ان خصوصیات کو حذف کر دیتے ہیں۔ تو سب اقوام میں مشترک چیز نفس کھانا پینا کپڑا پہننا لباس مکان شادی و نکاح باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ نفس کھانا پینا لباس مکان شادی انسان اور اقوام عالم کی فطری ضرورتیں ہیں۔ اسی طرح اقوام عالم میں خدا کا عقیدہ مختلف رنگوں میں موجود ہے۔ کوئی مجرد خدا مانتا ہے۔ کوئی مجسم خدا (بُت) مانتا ہے۔ کوئی ایک خدا مانتا ہے کوئی متعدد جو منکر خدا ہے وہ مادہ اور اس کی حرکت کو منشاء کائنات یا بالفاظ دیگر خدا مانتا ہے جب ہم ان سب خصوصیات کو حذف کر دیتے ہیں۔ تو نفس خدا کا عقیدہ قدر مشترک رہ جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی عقیدۂ تصور خدا انسان کا فطری عقیدہ ہے۔ اور تسلیم خدا فطرت کی نہاں خوش آواز ہے۔

۳۔ یہ چیز انسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ صانع اور اس کے مصنوعات کے، مادہ اور ملبہ میں فرق کرتا ہے۔ اور مادہ اور ملبہ ذریعۂ کار سمجھتا ہے لیکن کارساز نہیں سمجھتا مثلاً ایک عمارت جس مادہ اور ملبہ سے تیار ہوتی ہے۔ انسان اس کو تعمیر کے لئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ معمار کے وجود کو عمارت کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ کائنات کی عظیم عمارت کا بھی یہی حال ہے کہ وہ صرف مادہ اور ملبہ سے وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کے لئے ایک حکیم دانا معمار کی ضرورت ہے اسی معمار خدا ہے جس کا عقیدہ فطرت کا تقاضا ہے۔

۴۔ پچھلے تین سو سال کی سائنسی کاوشوں نے انسان کو کائنات کے متعلق جس مادی نظریہ کی تشکیل کے قابل بنایا وہ یہ ہے کہ کائنات مادہ اور حرکت مادہ کے مختلف مظاہر کا نام ہے۔ اور کسی بیرونی قوت کو اس میں دخل نہیں اور کائنات ایک خود بخود مشین ہے جس کی توجیہہ اجزائے مادہ کی حرکت سے ہوتی ہے۔ نیوٹن، ڈارون اور لامارک اسی توجیہہ کو حقیقت ٹھہراتے ہیں۔ یہاں تک

کہ ذہن وغیرہ خود خالص غیر مادی حقائق ہیں جنکی نہ کمیت ہے نہ وزن اور نہ حجم رکھتے ہیں۔ ان کو بھی انہوں نے انیسویں صدی کی تحقیقات کے تحت مادہ کا اثر اور نتیجہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ مشکل وہ ابھی تک حل نہ کر سکے کہ عالم ایک وسیع مشین ہے لیکن ان کے قوانین میں توافق و تناسب ہے جو ایک مقصد کی تکمیل کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہ توافق ان اجزائے عالم میں کہاں سے پیدا ہوا یہ کہنا لغو ہے کہ یہ ان اجزاء کی طبعی خاصیت ہے اور یہ توافق ان اجزائے مادہ سے خارج چیز ہے۔ بلکہ یہ توافق ایک بالاتر قوت نے ان میں پیدا کیا۔ جو ان تمام قوانین قدرت پر حاکم ہے وہی خدا ہے۔

۵۔ اجزائے مادہ کی حقیقت ایک ہے لہذا ان اجزا کی مقتضیات اور خاصیات بھی ایک جیسے ہوں گے۔ اب ان اجزاء نے اگر بیرونی قوت کی مداخلت کے بغیر بے شمار اجسام عالم اور انواع کائنات کی جو شکل اختیار کی ان میں کثافت، لطافت، شکل و خاصیات کے جو نمایاں امتیازات موجود ہیں۔ یہ امتیازات کہاں سے آئے اگر کہا جائے کہ ان اجزائے مادہ کے ربط باہمی میں تعدد اجزاء اور باہمدگر قرب و بعد اور ترتیب اجزائے عالم کی مختلف انواع وجود میں آئیں تو بعض چیزوں میں اجزائے مادہ کی خاص تعداد اور مخصوص طرز اتصال اور ممتاز ترتیب سے مرتب ہونا ان اجزاء کی ذاتی خاصیت نہیں، ورنہ سب اجزاء میں۔ ان تین امور کی یکسانیت موجود ہوتی اور ان سے پھر صرف ایک قسم کا جسم موجود ہوتا۔ کیونکہ اجزاء مادہ بھی ایک ہیں مذکورہ تینوں خواص بھی ایک ہی مادہ کی خاصیات ہیں تو پھر اجسام عالم میں یہ اختلاف و امتیاز کہاں سے آیا۔ بجز اس کے کہ حاکم کائنات کے دست قدرت سے یہ اختلاف نمودار ہوا اور وہی ذات اس اختلاف کا اصل عامل ہے۔

۶۔ اجزائے مادہ متحرک ہیں۔ ہر متحرک کے لئے محرک ضروری ہے۔ یعنی حرکت کنندہ کیلئے حرکت دہندہ کی ضرورت ہے۔ اگر وہ محرک بھی متحرک ہو تو اس کے لئے ایک اور محرک کی ضرورت ہوگی۔ اس صورت تسلسل اور لامتناہی کا وجود لازم آئے گا جو محال ہے اور جب عالم کے کل اجزاء اور اسی طرح اجزائے مادہ متحرک ہیں تو ضرور ان کا محرک ایسی ذات ہوگا جو متحرک نہ ہو اور وہ مادیات سے ماوراء ہوگا اور ایسی شے صرف ذات خداوندی ہے۔

۷۔ مادیات میں تنوع و تکثر پایا جاتا ہے۔ یہ بقول ڈاروِن وغیرہ اگر ارتقا کا نتیجہ ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اجزائے مادہ میں ارتقاء کا یہ خاص تصور کہاں سے پیدا ہوا؟ اور کیوں پیدا ہوا جبکہ اجزا

شعور و حیات سے محروم ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یہ ارتقائی نظام اتفاقی طور پر وجود میں آیا۔ تو اتفاقی واقعات مسلسل اور منظم نہیں ہوتے کبھی شاذ و نادر وجود میں آتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ دائمی ضابطے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے اس کے سوائے چارہ نہیں کہ عالم کی جو شکل بھی ہے وہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ کسی صاحب حکمت حاکم کے طے شدہ پروگرام کے تحت ایسا ہو رہا ہے اور وہی حاکم خدا ہے۔

۸۔ اشیاء عالم میں ایک حکیمانہ ترتیب موجود ہے، اجزاء حیوانات مرتب ہیں۔ نباتات کے اجزاء میں پُرحکمت ترتیب موجود ہے۔ اسی طرح انسانی اعضاء میں مکمل ترتیب ہے اگر ان میں سے کسی چیز کی ترتیب بگڑ جائے۔ تو اس چیز کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ عناصر کائنات جو سیارات کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے۔ اگر اسکی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو اس حالت کے دن رات موجودہ دن رات سے دس گنا بڑے ہوتے جس کے نتیجہ میں دن کے طویل ہونے کی وجہ سے فصلیں گرمی کی وجہ سے برباد ہو جاتیں اور جو فصلیں بچ جاتیں وہ رات کی سردی سے ختم ہو جاتیں۔ اسی طرح سورج کا فاصلہ ہم سے ۹ کروڑ چالیس لاکھ میل ہے۔ اگر سورج اس سے دگنے فاصلے پر ہوتا تو سب انسان حیوان نبات جم کر برف بن جاتے اور اگر سورج آدھے فاصلے کے اندازہ پر ہمارے قریب ہوتا، تو تمام حیوانات نباتات جمادات گرمی سے جل کر خاکستر بن جاتے۔ اب یہ حکیمانہ ترتیب کہاں سے آئی۔ بجز اس کے کہ یہ کہا جائے کہ یہ ایک حکیم ذات کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔ جو خدا ہے۔ نہ مادی اجزاء کی اندھی حرکت کا جدید فلاسفہ کا اتفاق ہے کہ اگر کاغذ کی پرچیوں پر بالترتیب ایک سے دس تک کے ہندسے لکھے جائیں۔ اور تھیلے میں غلط ملط کر کے ایک اندھے آدمی سے کہا جائے کہ تھیلے سے ایک ایک پرچی نکالتے جاؤ۔ تو کروڑوں سال نکالنے پر بھی ترتیب وار ایک سے دس تک کے ہندسے نکل جانے کی نوبت نہ آئے گی۔ تو کارخانہ عالم کی یہ عظیم ترتیب اتفاقی رنگ میں اندھے اور بے شعور مادے سے کیونکر وجود میں آسکتی ہے اسی کو قرآن حکیم نے بلیغ انداز میں یوں بیان کیا ہے ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض۔ خالق کائنات کے قانون کے آگے گردن نہادہ ہیں۔ آسمان اور زمین کے کائنات صنع اللہ الذی اتقن کل شیئی۔ یہ نقشۂ عالم کاریگری ہے اس ذات کی جسنے محکم ترتیب میں اس کو جکڑ دیا ہے۔

۹۔ اجزاء مادہ کی حرکت سے اگر کائنات خود بخود وجود میں آئی تو کائنات کے مختلف شعبوں

میں جو مقصودیت اور یگانگت پائی جاتی ہے، وہ کہاں سے آئی جبکہ مادہ ان اوصاف سے خالی ہے۔ کہ وہ کائنات کے کسی شعبے کے لئے کوئی حکیمانہ نظام تجویز کرے۔ اور پھر اس نظام پر کنٹرول کر سکے اور ان نظاموں کو ایسی حالت میں رکھے کہ ایک نظام دوسرے سے متصادم نہ ہو ان امور کے لئے ایک خارجی قوت کی ضرورت ہے۔ دنیا کی چھوٹی مشین خود بخود نہیں چل سکتی اس کے لئے قابل انجینئر اور کارندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو دنیا کی عظیم الشان مشین خود بخود کیسے چل سکتی ہے۔ اس لئے خارجی قوت یعنی ذات رب العالمین کا وجود ضروری ہے۔ جو اس عظیم مشین کی ہر کڑی کو دوسری کڑی سے جوڑ دیں اور خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اس کو چلائے۔ اور اس پر کنٹرول رکھیں تاکہ نظام کائنات درہم برہم نہ ہو۔

۱۔ انکار خدا کی سب سے بڑی وجہ ازلیّت مادہ کا تصوّر ہے۔ حالانکہ مادہ حادث ہے۔ ازلیت کے تصور کو اس غلط فہمی نے پیدا کیا کہ اگر مادہ نہ ہو تو صرف نیستی سے ہستی وجود میں نہیں آسکتی حالانکہ یہ نظریہ ہی غلط ہے۔ اسلام کا یہ تصوّر کہ صرف مادہ آغاز تخلیق میں نیست سے ہست ہوا۔ بعد ازاں تمام اجسام عالم اجزاء مادہ کی ترکیب سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور آغاز تخلیق کے ایک واقعہ کے بغیر باقی کل تخلیقی واقعات اور تخلیقی سلسلے ہست سے ہست ہوئے ہیں، یعنی اجزاء مادہ کی ترکیب سے اجسام مادہ وجود میں آئے ہیں۔ اس لئے ہر دور کے مشاہدہ میں جو تخلیقی صورتیں ہیں۔ وہ ہست سے ہست کی ہیں نیست سے ہست ہونے کا واقعہ صرف ایک ہے اور وہ مشاہدات کی سرحدوں سے پہلے ایک بار وقوع میں آیا ہے کہ جس وقت نہ کوئی جسم تھا نہ انسان نہ سائنس دان۔ اب اگر کوئی نادان کہے کہ نیست سے ہست کا مشاہدہ کراؤ تب میں مانوں گا۔ تو اس کا صاف جواب یہ ہے۔ کہ تم ہم کو اس زمانہ میں لے جاؤ جس میں اجزاء مادہ کو نیست سے ہست کر دیا گیا تھا۔ تو ہم مشاہدہ بھی کرالیں گے۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو مشاہدہ کا یہ مطالبہ ایسا ہے کہ اس وقت کوئی کہہ دے کہ ہمیں اس وقت دارا اور سکندر کی جنگ کا مشاہدہ کراؤ۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ جنگ سابق زمانہ سے متعلق ہے نہ اس زمانہ سے۔ ۲۔ مادہ اس لحاظ سے بھی حادث ہے کہ مادی اجزاء یعنی برقی پارے دو حالتوں سے خالی نہیں یا متحرک ہوں گے یا ساکن کیونکہ اگر برقی پارے دو وقتوں میں دو جگہوں میں ہوں گے تو متحرک، اگر دو وقت میں ایک جگہ ہی رہیں گے تو ساکن جب حرکت یا سکون میں سے کوئی ایک اجزاء مادہ کے ساتھ لازم ہے اور حرکت و سکون حادث اور نو پیدا ہیں۔ کیونکہ حرکت سکون سے فنا ہوتی ہے اور سکون حرکت

سے زائل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مادہ بھی اپنے لوازمات یعنی حرکت و سکون کی طرح حادث ہے، ازلی نہیں جب مادہ حادث ہوا تو محدث نے اس کو پیدا کیا ہوگا۔ وہ محدّث اگر حادث ہوگا تو تسلسل لازم آئے گا۔ اگر قدیم ہوگا تو اس کو ہم خدا کہتے ہیں۔ ۳۔ اس کے علاوہ یہ نظریہ اب باطل ہو چکا ہے کہ مادہ ازلی ہے، گم اور معدوم نہیں ہوتا۔ پروفیسر جوڈ کی کتاب افکار حاضرہ مترجمہ محمد بن علی میں ہے کہ مادہ یعنی برق پاروں کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ایک مقام پر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر خود وجود میں آجاتا ہے۔ یہ چھلانگ نہیں بلکہ اعدام ہے ایک مکان میں، اور ایجاد ہے دوسرے مکان پر اس میں عدم مادہ کا صاف اقرار موجود ہے اور ثانوی وجود بغیر کسی مادہ کے ہوا ہے جس سے نیست سے ہست ہونا ثابت ہوا۔

۱۱۔ ——— انسانی مصنوعات میں سب وہ ہیں جو ہست سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی کسی مادہ سے ترکیب پا چکے ہیں۔ اور انہی مصنوعات میں بھی اکثریت ان مصنوعات کی ہے جو نیست سے نہیں بلکہ مادی اجزاء سے وجود میں آئے ہیں جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ نیست سے ہست کر دینا خارج از امکان ہے۔ حالانکہ یہ چند وجوہات سے غلط ہے۔ ۱۔ ایک تو اگر انسان نیست سے ہست نہیں کر سکتا تو یہ کیا ضروری ہے کہ خالق بھی نیست سے ہست نہ کر سکے۔ الٰہی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کرنا غلط ہے کہ جو انسان سے نہ ہو سکے وہ خدا سے بھی نہ ہو سکے ہاتھی اور چیونٹی دونوں حیوان دونوں مخلوق ہیں لیکن ہاتھی بیس من بوجھ اٹھا سکتا ہے اور چیونٹی نہیں اٹھا سکتی۔ تو کیا چیونٹی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ جو کام میں نہیں کر سکتی ہاتھی بھی نہیں کر سکتا۔ ۲۔ اس کے علاوہ نیست سے ہست کی مثال بھی موجود ہے۔ ۹۔ لطیف اشیاء سب نیست سے ہست ہوتی ہیں۔ موم اگر کروی اور گول شکل میں ہو اور اس کو مبدل کر کے مربع شکل میں تبدیل کر دیں، تو موم تو جوں کی توں موجود ہے، لیکن کروی شکل معدوم ہوئی اور مربع شکل نیست سے ہست ہوئی، موم اس مربع شکل کا محل ہے، مادہ یا ملبہ نہیں۔ کیونکہ شکل ترکیبی اجزاء نہیں رکھتی۔ عشق و محبت بعض تصورات ذہنی سب نیست سے ہست ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان کی تحلیل و تجزیہ کی کوشش کریں تو یہ ممکن نہیں کہ اس کے اجزاء ترکیبی نکل سکے، یہی حال مادہ کا ہے۔ کہ سائینس کے لحاظ سے برق پارے نہ نظر آتے ہیں، نہ ہم ان کو چھو سکتے ہیں بلکہ ان کا وجود ایک خیال تصوّر کے درجہ میں ہے۔ اس لئے ان کا وجود بلا کسی ہست کے مادہ کے عدم سے وجود میں آیا ہے۔ پروفیسر جوڈ کی کتاب افکار حاضرہ اور سائینس کا ارتقا، محمد سعید میں مادہ کی یہ حقیقت مفصل

طور پر مذکور ہے۔

۱۲۔ بارھویں دلیل وجود خالق کی یہ ہے کہ مادہ حیات اور شعور سے خالی ہے۔ مادئین کے نزدیک حقائق کائنات صرف مادہ اور اسکی حرکت کا نام ہے، لیکن کائنات میں بالخصوص انسان میں حیات اور شعور نمایاں طور موجود ہے۔ یہ چیز ایسے مادہ سے کیونکر پیدا ہوئی۔ جو حیات اور شعور دونوں سے خالی ہے یہ وہ عقیدہ ہے کہ بیسویں صدی تک سائنس دان اس کے حل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنی کا مشہور محقق ورشو جو دہریت کا پُر زور مبلغ تھا اس نے ۲۱ سال بعد دہریت سے توبہ کر لی ورشو کی طرح ریمونڈ جو علم الحیاتیات کا ماہر اور برلن اکیڈمی کا گراں پایہ کلیم تھا۔ اس نے اپنے ایک مقالہ علم طبیعات کے حدود میں صاف کہہ دیا کہ سات مسائل کے حل کرنے سے سائنس عاجز ہے۔

۱۔ مادہ اور قوت کی اصلیت ۔ ۲۔ حرکت کا مبداء ۳۔ اور اس کے مبداء کا آغاز ۔ ۴۔ علم حیات کا مبداء ۵۔ کائنات کا باقاعدہ نظام۔ ۶۔ قوت ناطقہ کا آغاز ۔ ۷۔ مسئلہ جبر و اختیار۔ معارج الدین صفحہ ۱۲۷ ۔ ۱۲۸

یہی سائنس کے حدود ہیں جہاں سائنس پہنچ کر رک جاتی ہے۔ اور اقرار عجز کرتی ہے۔ لیکن سائنس کی جہاں انتہاء ہے وہ مذہب کی ابتداء ہے۔ ان سات سوالات کو مذہب نے حل کر دیا ہے کہ صرف خدائے حکیم کے وجود کا اعتراف کرنے سے ان مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ برق پاروں کے مادی تصور کے تحت ان مسائل کے حل کر دینے کا امکان ہی نہیں۔

ایک خدا ترس اور علم دوست بزرگ کی وفات

تعزیت ۲ مارچ بروز پیر پشاور شہر کے ممتاز علم دوست مخیر شخصیت جناب الحاج میاں کرم الٰہی صاحب تاجر چائے چوک یادگار پشاور وفات پا گئے، عمر ستر برس کے قریب تھی عرصہ سے شوگر وغیرہ کے امراض کا شکار تھے، وفات سے چند دن قبل دل کے دورے پڑنے لگے جو جان لیوا ثابت ہوئے، دار العلوم حقانیہ کے قیام سے لیکر اب تک اسکی ترقی و استحکام میں بھرپور حصہ لیا اور مالی و جانی مدد کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اور دیگر اکابر علم و فضل سے نہایت گرویدگی تھی عمر بھر رفاہ عامہ اور فقراء و اہل علم کی مدد میں کوشاں رہے پشاور کے ایک ممتاز قدیمی خاندان کے بزرگوں میں سے تھے، نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھایا اور قبیل مغرب مشہور ولی اللہ شیخ جنید بابا کے جوار میں سپرد خاک کئے گئے۔ موصوف دار العلوم کے دیرینہ مخلص خادم ہونے کے علاوہ ہمارے محترم مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق کے خسر تھے۔ اس مناسبت سے دار العلوم کے تمام فضلاء اور متعلقین سے بھی مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی اپیل ہے۔ دار العلوم حقانیہ اور ادارۂ الحق مرحوم کے تمام لواحقین کے ساتھ شریک تعزیت ہے۔ (شیر علی شاہ مدرس دار العلوم)